



شذرات

سید منظور الحسن

”اپنے ہی تصور سنت سے انحراف“

غامدی صاحب کے تصور سنت پر ایک اعتراض کا جائزہ

غامدی صاحب کے تصور سنت پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب ”میزان“ میں سنت کی تعین کے جو اصول قائم کیے ہیں، بعض اطلاقات میں خود ان کی خلاف ورزی کی ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر انھوں نے بیان کیا ہے کہ ”وہ چیزیں جو محض بیان فطرت کے طور پر آئی ہیں، وہ بھی سنت نہیں ہیں۔“ اس اصول سے انحراف کرتے ہوئے انھوں نے بعض فطری امور، مثلاً بدن کی صفائی سے متعلق احکام کو سنت میں شامل کر رکھا ہے۔ اسی طرح وہ تو اتر اور اجتماع سے ثابت امور کو اصولاً سنت مانتے ہیں، جب کہ ڈاڑھی اور سر کے دوپٹے کو اس معیار پر پورا اترنے کے باوجود سنت تسلیم نہیں کرتے۔

یہ تنقید غامدی صاحب کی تصنیف ”میزان“ کے متعلقہ مباحث کے سوء فہم پر مبنی ہے۔ بدن کی صفائی کے فطری احکام کو سنن میں شامل کرنے اور ڈاڑھی اور دوپٹے کو سنن میں شامل نہ کرنے کی مذکورہ مثالیں غامدی صاحب کے بیان کردہ اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کے لیے بھی ”اپنے ہی تصور سنت سے انحراف“ کا عنوان قائم نہیں کیا جاسکتا۔

”میزان“ کے مقدمے ”اصول و مبادی“ میں انھوں نے ”مبادی تدبر سنت“ کے زیر عنوان سنت کی تعین کے اصولوں میں پہلا اصول یہ بیان کیا ہے کہ ”سنت صرف وہی چیز ہو سکتی ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے دین ہو۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اعمال جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صدور محض عرف و عادت کی بنا پر ہوا ہے،

انھیں سنت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاڑھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے دین نہیں ہے۔ یہ مردوں کی عمومی وضع ہے جسے وہ رنگ و نسل، ملک و ملت اور دین و مذہب کے امتیاز کے بغیر ہمیشہ سے اختیار کرتے رہے ہیں۔ اس اعتبار سے اس کی حیثیت مردوں کے ایک عمومی شعار کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے اختیار کیا، مگر آپ نے اسے دین کی حیثیت سے جاری نہیں فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام و مرتبہ، بلاشبہ حاصل تھا کہ آپ اس طرح کے کسی شعار کو اس کی عمومی سطح سے اٹھا کر دین کا جزو لازم بنا دیتے۔ آپ اگر ڈاڑھی کو یہ حیثیت دے دیتے تو لاریب، یہ ایک سنت ہوتی اور کسی مسلمان کے لیے اس سے انحراف کی کوئی گنجائش نہ ہوتی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اسے یہ حیثیت نہیں دی، اس لیے اسے سنن میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں تک روایتوں میں مذکور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں چھوٹی رکھنے کی ہدایت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں غامدی صاحب کا موقف یہ ہے کہ یہ درحقیقت متکبرانہ وضع ترک کر دینے کی ایک نصیحت ہے۔ لوگوں نے اسے غلط فہمی سے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم تصور کر لیا ہے۔ اپنی کتاب ”مقامات“ میں انھوں نے ڈاڑھی کے بارے میں اپنے موقف کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

”ڈاڑھی مرد رکھتے رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی۔ آپ کے ماننے والوں میں سے کوئی شخص اگر آپ کے ساتھ تعلق خاطر کے اظہار کے لیے باآپ کی اتباع کے شوق میں ڈاڑھی رکھتا ہے تو اسے باعث سعادت سمجھنا چاہیے، لیکن یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے لہذا کوئی شخص اگر ڈاڑھی نہیں رکھتا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی فرض و واجب کا تارک ہے یا اس نے کسی حرام یا ممنوع فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں جو کچھ فرمایا ہے، وہ ڈاڑھی رکھنے کی ہدایت نہیں ہے، بلکہ اس بات کی ممانعت ہے کہ ڈاڑھی اور مونچھیں رکھنے کی کوئی ایسی وضع اختیار نہیں کرنی چاہیے جو متکبرانہ ہو۔ تکبر ایک بڑا جرم ہے۔ یہ انسان کی چال ڈھال، گفتگو، وضع قطع، لباس اور نشست و برخاست، ہر چیز میں نمایاں ہوتا ہے۔ یہی معاملہ ڈاڑھی اور مونچھوں کا بھی ہے۔ بعض لوگ ڈاڑھی مونڈتے ہیں یا چھوٹی رکھتے ہیں، لیکن مونچھیں بہت بڑھا لیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہیں کیا اور اس طرح کے لوگوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ متکبرین کی وضع اختیار نہ کریں۔ وہ اگر بڑھانا چاہتے ہیں تو ڈاڑھی بڑھالیں، مگر مونچھیں ہر حال میں چھوٹی رکھیں*۔ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے جو ہدایت انسان کو ملی ہے، اس کا موضوع عبادات ہیں، تطہیر بدن

ہے، تطہیر خور و نوش اور تطہیر اخلاق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، تطہیر اخلاق کے مقصد سے فرمایا ہے۔ ڈاڑھی سے متعلق آپ کی نصیحت کا صحیح محل یہی تھا، مگر لوگوں نے اسے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم سمجھا اور اس طرح ایک ایسی چیز دین میں داخل کر دی جو اس سے کسی طرح متعلق نہیں ہو سکتی۔“ (۲۹۵-۲۹۶)

جہاں تک بدن کی صفائی سے متعلق فطری احکام کو سنن میں شامل کرنے کا تعلق ہے تو بلاشبہ، غامدی صاحب نے یہ بات بطور اصول بیان کی ہے کہ ”وہ چیزیں جو محض بیان فطرت کے طور پر آئی ہیں، وہ بھی سنت نہیں ہیں،“ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس میں یہ استثناء بھی بیان کیا ہے کہ ”الایہ کہ انبیاء علیہم السلام نے ان میں سے کسی چیز کو اٹھا کر دین کا لازمی جز بنادیا ہو۔“ چنانچہ مونچھیں پست رکھنے، زیر ناف کے بال مونڈنے، بغل کے بال صاف کرنے، بڑھے ہوئے ناخن کاٹنے، لڑکوں کا ختنہ کرنے اور اس جیسے دوسرے بدن کی صفائی سے متعلق اعمال کو انھوں نے اسی بنا پر اور اسی تصریح کے ساتھ سنن کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”یہ پانچوں چیزیں آداب کے قبیل سے ہیں۔ بڑھی بڑی مونچھیں انسان کی ہیئت میں ایک نوعیت کا متکبرانہ تاثر پیدا کرتی ہیں۔ پھر کھانے اور پینے کی اشیاء میں ڈالتے ہوئے ان سے آلودہ بھی ہو جاتی ہیں۔ بڑھے ہوئے ناخن میل کچیل کو اپنے اندر سمیٹنے کے علاوہ درندوں کے سماتھ مشابہت کا تاثر نمایاں کرتے ہیں۔ چنانچہ ہدایت کی گئی کہ مونچھیں پست ہوں اور بڑھے ہوئے ناخن کاٹ دیے جائیں۔ باقی سب چیزیں بدن کی طہارت کے لیے ضروری ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا اس قدر اہتمام تھا کہ ان میں سے بعض کے لیے آپ نے وقت کی تحدید فرمائی ہے۔ سیدنا انس کی روایت ہے:

وقت لنا فی قص الشارب وتقلیم
الأظفار و تنف الإبط وحلق العانة أن
لا نترك أكثر من أربعین لیلة.
”ہمارے لیے مونچھیں اور ناخن کاٹنے، بغل
کے بال صاف کرنے اور زیر ناف کے بال مونڈنے
کا وقت مقرر کیا گیا کہ ان پر چالیس دن سے زیادہ
(مسلم، رقم ۵۹۹) نہیں گزرنے چاہئیں۔“

زمانہ بعثت سے پہلے بھی عرب بالعموم ان پر عمل پیرا تھے*۔ یہ سنن فطرت ہیں جنہیں انبیاء علیہم السلام نے تزکیہ و تطہیر کے لیے ان کی اہمیت کے پیش نظر دین کا لازمی جز بنادیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

* المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۳۶/۶۔

الفطرة خمس: الختان والاستحدا
وقص الشارب وتقليم الأظفار ونتف
الاباط. (بخاری، رقم ۵۸۹۱)
”پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ کرنا،
زیر ناف کے بال مونڈنا، مونچھیں پست رکھنا،
بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال صاف
کرنا۔“ (میزان ۶۴۴)

خواتین کے لیے سر کے دوپٹے کو غامدی صاحب قرآن مجید کی سورہ نور (۲۴) کی آیات ۳۱ اور ۶۰ کے تحت
ایک مستحب عمل قرار دیتے ہیں اور اس اعتبار سے اس کی دینی حیثیت کو پوری طرح تسلیم کرتے ہیں، تاہم اسے
وہ سنت سے تعبیر نہیں کرتے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اُن کے نزدیک کسی ایسی چیز کو سنت قرار نہیں دیا جاسکتا جس
کی ابتدا پیغمبر کے بجائے قرآن مجید سے ہوئی ہو۔ اُنھوں نے بیان کیا ہے:

”... کسی چیز کا حکم اگر اصلاً قرآن پر مبنی ہے اور پیغمبر نے اُس کی وضاحت فرمائی ہے یا اُس پر طابق النعل
بالنعل عمل کیا ہے تو پیغمبر کے اس قول و فعل کو ہم سنت نہیں، بلکہ قرآن کی تفہیم و تبیین اور اسوۂ حسنہ سے
تعبیر کریں گے۔ سنت صرف اُنھی چیزوں کو کہا جائے گا جو اصلاً پیغمبر کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر مبنی
ہیں اور انھیں قرآن کے کسی حکم پر عمل یا اُس کی تفہیم و تبیین قرار نہیں دیا جاسکتا۔“ (میزان ۶۰)
دوپٹے کے بارے میں غامدی صاحب نے اپنا نقطہ نظر ”سری اوڑھنی“ کے زیر عنوان ایک شذرے میں
بیان کیا ہے۔ قارئین کے ملاحظے کے لیے یہ شذرہ درج ذیل ہے:

”اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے ہاتھ، پاؤں اور چہرے کے سوا جسم کے کسی حصے کی
زیبائش، زیورات وغیرہ اجنبی مردوں کے سامنے نہیں کھولیں گی۔ قرآن نے اسے لازم ٹھہرایا ہے۔ سر پر
دوپٹا یا اسکارف اوڑھ کر باہر نکلنے کی روایت اسی سے قائم ہوئی ہے اور اب اسلامی تہذیب کا حصہ بن چکی ہے۔“

۱۔ ”اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت
کی چیزیں نہ کھولیں، سوائے اُن کے جو اُن میں سے کھلی ہوتی ہیں، اور اپنی اوڑھنیوں کے آئچل اپنے سینوں پر ڈالے
رہیں۔ اور زینت کی چیزیں نہ کھولیں“ (۳۱:۲۴)۔

”اور بڑی بوڑھیاں جو اب نکاح کی امید نہیں رکھتی ہیں، وہ اگر اپنے دوپٹے اتار دیں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ
زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ اور اگر احتیاط برتیں تو اُن کے لیے بہتر ہے۔ اور اللہ سننے والا ہے، وہ ہر چیز سے
واقف ہے“ (۶۰:۲۴)۔

عورتوں نے زیورات نہ پہنے ہوں اور بناؤ سنگھار نہ بھی کیا ہو تو وہ اس کا اہتمام کرتی رہی ہیں۔ یہ رویہ بھی قرآن ہی کے اشارات سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوپٹے سے سینہ اور گریبان ڈھانپ کر رکھنے کا حکم اُن بوڑھیوں کے لیے نہیں ہے جو نکاح کی امید نہیں رکھتی ہیں، بشرطیکہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ وہ اپنا یہ کپڑا مردوں کے سامنے اتار سکتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر ساتھ ہی وضاحت کر دی ہے کہ پسندیدہ بات اُن کے لیے بھی یہی ہے کہ احتیاط کریں اور دوپٹا سینے سے نہ اتاریں۔ اس سے واضح ہے کہ سر کے معاملے میں بھی پسندیدہ بات یہی ہونی چاہیے اور بناؤ سنگھار نہ بھی کیا ہو تو عورتوں کو دوپٹا سر پر اوڑھ کر رکھنا چاہیے۔ یہ اگرچہ واجب نہیں ہے، لیکن مسلمان عورتیں جب مذہبی احساس کے ساتھ جیتی اور خدا سے زیادہ قریب ہوتی ہیں تو وہ یہ احتیاط لازم ملحوظ رکھتی ہیں اور کبھی پسند نہیں کرتیں کہ کھلے سر اور کھلے بالوں کے ساتھ اجنبی مردوں کے سامنے ہوں۔“ (مقامات ۳۰۶)

